بسم اللہ الرحمن الرحیم

بِسْمِ اللهِ والحَمْدُ للهِ وَالصَّلاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ وَالَاهَ ، أَمَّا بَعْدُ :

پوائنٹ نمبر-21: ہر آیت اور حدیث سے استدلال شروع کر دینا جب تک وہ آیت محکم نہ ہو اور حدیث سنت متبع نہ ہو منہج سلف میں سے نہیں ہے۔

"لیس من منهج السلف" لفضیلۃ الشیخ محمد بن عمر بازمول حفظہ اللہ کے اس پیارے رسالے کی شرح کا درس جاری ہے آج کی نشست میں ہم پوائنٹ نمبر 21 پر بات کرتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"ليس منهج السلف الاستدلال بكل آية أو حديث حتى تكون الآية محكمة والحديث سنة متبعة"

(ہر آیت اور حدیث سے استدلال شروع کر دینا جب تک وہ آیت محکم نہ ہو اور حدیث سنت متبع نہ ہو منہج سلف میں سے نہیں ہے)

(جو پیپر آپ کو دیا گیا ہے اس میں حدیث کا لفظ کم ہے وہ سنۃ متبعۃ سے پہلے ہے تو حدیث کا لفظ یہاں پر ایڈ (Add) کر لیں "اور حدیث سنت متبع نہ ہو")۔آج کی نشست میں ایک اہم بات خصوصی طور پر طلاب علم کے لیے کہ کیا کسی بھی آیت سے استدلال کرنا اور کسی بھی حدیث سے استدلال کرنا یہ منہج السلف میں سے ؟ آپ بات کر رہے ہیں اور اپنی بات کی دلیل میں قرآن مجید کی کوئی آیت بھی بیان کر دیتے ہیں یا کوئی حدیث بھی بیان کر دیتے ہیں یا اس کا کوئی قانون اور قاعدہ بھی ہے شرعاً؟

اس کا قانون ہے سلف ہمیشہ اصولوں پر زندگی بسر کرتے تھے اصولوں کی زندگی تھی اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے تھے اُن کے پاس شریعت کا ترازو تھا اپنی حرکات اور سکنات اس ترازو پر تولتے تھے، اور اس ترازو میں ایک یہ بات بھی موجود ہے کہ جب دلیل بیان کرنی ہوتی ہے تو دلیل بیان کیسے کی جاتی ہے۔اور یاد رکھیں الدلیل والاستدلال یہ عقیدے کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے اور آج کے درس میں اُس کی ایک شق پر ہم بات کریں گے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث دو قسم کی ہیں محکم ہیں اور متشابہ ہیں (دونوں احادیث بھی اور آیات بھی) محکم سے کیا مراد ہے متشابہ سے کیا مراد ہے؟ اور حدیث سنۃ متبعۃ کب ہوتی ہے کب نہیں ہوتی کیونکہ شیخ صاحب نے دو باتیں کی ہیں:

1-آیت محکم ہو حدیث سنۃ متبعۃ ہو تب تو اسے بطور دلیل پیش کریں۔

2-اگر آیت محکم نہ ہو اور حدیث سنۃ متبعۃ نہ ہو (یہ حدیث سنۃ متبعۃ نہیں ہے) اسے بطور دلیل پیش نہ کرو۔

جو اس پر عمل نہیں کرتا منہج سلف میں سے نہیں ہے۔

ہم اُس کی بات نہیں کر رہے جو یہ کر رہا ہے وہ سلفی نہیں ہے یہ بات نہیں کر رہے ہم اور جو مخالفت کرتا ہے ان چیزوں کی ضروری نہیں ہے کہ وہ سلفی نہ ہو وہ الگ بحث ہے، ہم یہ بات کر رہے ہیں منہج السلف کی ہم یہ سیکھنا چاہتے ہیں کہ کوئی شخص مخالفت کرتا ہے تو فوراً کوئی شخص یہ نہ کہے کہ

وہ سلفی نہ رہا، کسی کو سلفیت سے خارج کرنا جو ہے یہ نہ تو عوام الناس کا اور نہ طلاب علم کا کام ہے ہمارا کام ہے علم حاصل کرنا اور ان مسائل کو سمجھنا لیکن کون سلفی ہے کون سلفی نہیں ہے یہ علماء کا کام ہے۔

تبدیع علماء کا کام ہے۔ تحذیر طلاب علم کر سکتے ہیں، یعنی بعض اوقات بعض علماء اور طلاب علم بھی کسی شخص سے کسی جماعت سے تحذیر کرتے ہیں آگاہ کرتے ہیں خبردار کرتے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوا کہ اب یہ سلفی رہے ہی نہیں ہیں کیونکہ بعض علماء بعض علماء سے تحذیر بھی کرتے ہیں اور اُن کی بعض غلطیاں بیان بھی کرتے ہیں لیکن اُن کے بعض قواعد ایسے ہوتے ہیں جو منہج سلف کی بعض چیزوں کی مخالفت کرتے ہیں تو نشاندہی کر دیتے ہیں اور اُن سے علم حاصل کرنے سے بعض اوقات روک دیتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں کہتے کہ وہ سلفی نہ رہا۔

اور یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے بعض طلاب علم میں کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اچھا اس پوائنٹ نے فلاں نے غلطی کی ہے تو وہ سلفی نہیں ہے۔

نہیں! یہ ہمارا کام نہیں ہے ہمارا کام کیا ہے؟ ہم علم حاصل کریں اور اگر کوئی جماعت یا کوئی گروہ یا کوئی شخص ان کے خلاف کوئی عمل کرتا ہے اور علماء نے اس پر کلام کیا ہے کہ یہ جماعت یہ شخص جو ہے اب یہ سلفیت سے خارج ہے تو ہم ان کی بات ان کی تبع میں کہیں گے، اگر وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے تو ہمیں نہیں کہنا اور سکوت اختیار کرنا چاہیے اور علماء کے پیچھے چلنا چاہیے آگے نہیں چلنا چاہیے۔

الغرض آیئے دیکھتے ہیں اس موضوع کے تعلق سے کہ اصل کیا ہے، اس موضوع کا اصل اس آیت کریمہ پر مبنی ہے ارشاد باری تعالی ہے آل عمران میں:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڼ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ (الآية: اس آیت کے آخر تک)۔ (آل عمران: 7)

اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ: "عن أبيه" (زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ) "قَالَ سَمِعتُ رَسُولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ" (کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا) "مَن كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

(جس نے میرے اوپر جھوٹی بات منسوب کی جھوٹی بات باندھی "مُتَعَمِّدًا" جان بوجھ کر وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے)۔(متفق عليه حديث ہے)۔

آیت کریمہ کے تعلق سے امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں یہ واضح بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی آیات محکمات ہیں ﴿هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ وہ اُمّ الکتاب ہیں قرآن مجید کی بنیادی اصولی آیات ہیں"۔

﴿اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ سے مراد امام ابن کثیر فرماتے ہیں: "أي: بينات واضحات الدلالة" (واضح ہیں دلالت کے اعتبار سے بیّن ہیں)

"لا التباس فيها على أحد من الناس" (اس میں کسی بھی سننے والے کو معنی کے اعتبار سے التباس نہیں ہو سکتا (دلالت کے اعتبار سے التباس نہیں ہو سکتا کہ اس میں کوئی اور مفہوم بھی اور معنی بھی ممکن ہے))

"ومنه آيات أخر فيها اشتباه في الدلالة على كثير من الناس أو بعضهم"(اور دوسری قسم کی ایسی آیات ہیں جن میں اشتباہ ہوتا ہے دلالت میں بہت سارے یا بعض لوگوں پر)

"فمن ردّ ما اشتبه عليه إلى الواضح منه وحكم محكمه على متشابهه عنده فقد اهتدى"(ہدایت کا راستہ یہ ہے کہ جس نے متشابہ کو واپس کیا محکم کی طرف تو اُس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا ہے)

"ومن عكس انعكس"(اور جس نے اُلٹا کیا(یعنی متشابہ کو اپنا لیا اور محکم کی طرف ردّ نہیں کیا محکم کو چھوڑ دیا یا اُس میں باطل تاویلیں پیش کر دیں تحریف کر دی اور متشابہ جو ہے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا) تو وہ گمراہ ہے)

"ولهذا قال تعالى"(اس لیے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے):

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ (اُس نے ہی اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر کتاب نازل فرمائی)

﴿مِنْهُ﴾ (اس کتاب یعنی قرآن مجید میں سے) ﴿اٰيٰتٌ﴾ (بعض آیتیں)

﴿مُّحْكَمٰتٌ﴾ (محکم آیتیں ہیں(کون سی ہیں؟)) ﴿هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ (یہ آیات جو ہیں اُمّ الکتاب ہیں بنیادی آیات ہیں)

"أي: أصله الذي يرجع إليه عند الاشتباه"(اُمّ الکتاب سے مراد امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ وہ آیات ہیں جو قرآن مجید کی بنیادی اصولی آیات ہیں جن کی طرف واپس لوٹایا جاتا ہے اشتباہ کے وقت میں (جب کوئی غلط فہمی ہوتی ہے یا کوئی آیت ظاہر نظر آتی ہے کسی سے ٹکرا رہی ہے یا اس مسئلے میں کوئی مشکل پیش آ رہی ہے جو آیات محکمات ہیں وہ بنیاد ہیں اُن کی طرف لوٹا جاتا ہے انہیں بنیاد بنا کر باقی ساری کی ساری آیات کو اُن کی طرف لوٹایا جاتا ہے جو اُس موضوع سے تعلق رکھتی ہوں))

"وأخر متشابهات"(امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)

"أي: تحتمل دلالتها موافقة المحكم"(یعنی اُن کی جو دلالت ہے وہ محکم کی طرف بھی ہو سکتی ہے)

"وقد تحتمل شيئا آخر من حيث اللفظ والتركيب"(لفظ کے اعتبار سے اور لفظ کی بناوٹ کے اعتبار سے اُن کے اور معنی بھی اُس میں ہو سکتا ہے(ایک تو وہ جو محکم سے آیت میں مراد ہے یا اور معنی جو اُس سے ہٹ کر ہے تو جو آیات متشابہات ہیں اُن میں دونوں معنی موجود ہوتے ہیں))

"لا من حيث المراد"(مراد کے اعتبار سے نہیں لیکن لفظ کے اعتبار سے)

یعنی کیا مطلب ہے دو لفظوں میں؟ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو فرمان ہے اُس میں متشابہ بھی ہے اور محکم بھی ہے ہمیں متشابہ پر ایمان لے کر آنا چاہیے ہمارا ایمان ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (کوئی باہر کا کلام نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ہی فرمان ہے) اور عمل کرنا ہے محکم پر۔

کیسے عمل کریں گے؟ متشابہ کو واپس لوٹائیں گے محکم کی طرف۔ مثال دوں گا میں تو بات آسان ہو جائے گی یہ منہج ہے اہل سنت والجماعت کا۔

اہل بدعت کا منہج کیا ہے اہل الاہواء کا منہج؟ وہ متشابہ کو اصل بناتے ہیں دلیل پکڑتے ہیں محکم کو پھر جو سامنے آتا ہے کیا کرتے ہیں؟ تاویل کے نام پر تحریف کر دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس کی تاویل بہت لازمی ہے کیونکہ معنی مستقیم نہیں ہو سکتا اور ہم اگر تاویل نہیں کریں گے تو اپنے ربّ

کو ناراض کر دیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرنے کے لیے یہ تاویل کے نام پر تحریف کرنا وہ لازمی سمجھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ جس چیز سے بچنا چاہتے تھے اُس سے بڑھ کر مصیبت میں اپنے آپ کو ڈال دیا۔

متشابہ کی دو قسمیں ہیں، تشابہ حقیقی ہے اور تشابہ نسبی ہے۔

تشابہ سے ابھی تک آپ نے کیا سمجھا ہے میں کہنا چاہتا ہوں کہ :

1- بعض الفاظ ایسے ہیں قرآن مجید میں جن کا ایک سے زیادہ معنی ہے۔

2- بعض الفاظ بالکل واضح ہیں ایک ہی معنی محکم ہے دوسرا معنی ہوتا ہی نہیں ہے جو واضح معنی والی ایک معنی والی آیات ہیں محکم آیات ہیں۔

3- جن آیتوں پر ایک سے زیادہ معنی ممکن ہے عربی زبان میں وہ متشابہ آیات ہیں یہ تشابہ دو قسم کا ہے، یعنی جن آیتوں میں ایک سے زیادہ معنی ممکن ہے دو قسم کی ہیں:

(ا) ایک تو تشابہ حقیقی ہے: "مثل كيفية الصّفات عزّ وجلّ": جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت ہے کہ کیسی صفات ہیں یہ تشابہ حقیقی ہے یعنی اس کا معنی نہیں جانتے حقیقتاً۔

کیا مطلب ہے؟ یعنی کیفیت نہیں جانتے (معنی سے مراد کیفیت نہیں جانتے اُس کی حقیقت نہیں جانتے)۔

اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں کیا حقیقت ہے ہاتھوں کی کیسے ہاتھ ہیں دو متشابہ ہے کہ نہیں؟ نہیں جانتے۔ تو پھر یہ کیوں کہتے ہیں کہ دو ہاتھ ہیں؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے دو ہاتھ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہاتھ کیسے ہیں، اور ہم توقف کرتے ہیں دلیل کے ساتھ کہ علم غیب سے تعلق ہے۔ علم غیب کا اصول کیا ہے؟ جس کی دلیل ہو اُس کے مطابق بات کرو دلیل نہیں ہے تو خاموشی اختیار کرو۔ یعنی قران مجید میں جتنی بھی آیات الصفات ہیں تشابہ حقیقی کس اعتبار سے ہے؟ کیفیت اور حقیقت کے اعتبار سے کیفیت کیا ہے اللہ أعلم نہیں جانتے ہم (جو نہیں جانتے تشابہ ہے کہ نہیں؟ تشابہ ہے، حقیقت کیا ہے اللہ أعلم)۔

(۲) دوسری قسم کا تشابہ ہے تشابہ نسبی یعنی کسی اعتبار سے تشابہ ہے ہر اعتبار سے نہیں لیکن حقیقت کے اعتبار سے یعنی وہ ہے کیا اُس کی حقیقت اُس کا کُن کیا ہے یعنی وہ کس چیز سے بنا ہے، اُس کی حقیقت سے یہ مراد ہے معنی کی بات نہیں کر رہے معنی معروف ہے جیسے آگے مثال دوں گا میں کہ معنی متشابہ نہیں ہے معنی تو معروف ہے۔

یعنی ہاتھ کا معنی کیا ہے عربی میں؟ جس سے پکڑا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا معنی یہی ہے لیکن ہاتھ کیسا ہے؟

اب مخلوق کا ہاتھ ہے انسان کا ہاتھ دیکھیں یہ ہے دو لوگوں کا ہاتھ دیکھیں کیا برابر ہیں؟ ہاتھ دکھائیں اپنا ہم دونوں کے ہاتھ برابر ہیں کیا؟ نہیں ہیں برابر۔ انسان کا یا دو جانوروں کا ہاتھ دیکھ لیں برابر ہیں؟ جب مخلوق میں یہ تفاوت ہے تو خالق مخلوق میں تفاوت تو من باب اولیٰ ہے، تو معنی کے اعتبار سے معروف ہے کہ ہاتھ کسے کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات ساری معنی کے اعتبار سے محکم ہیں یاد رکھیں، صفات معنی کے اعتبار سے محکم ہیں کیفیت کے اعتبار سے متشابہ حقیقی ہیں کوئی جانتا نہیں ہے کہ کیفیت کیسی ہے اور اس کی حقیقت کیسی ہے۔

دوسری قسم تشابہ کی تشابہ نسبی یعنی کسی اعتبار سے متشابہ ہیں یعنی بعض لوگوں کے لیے متشابہ ہے اُس کو سمجھ نہیں آئی بعض علماء نہیں جانتے اور بعض علماء جان لیتے ہیں۔

نسبی یعنی کسی نسبت کے اعتبار سے کسی وجہ کے اعتبار سے یعنی دو عالم، تفسیر کے علم، تو کیا دونوں برابر ہیں؟ نہیں! کسی کا علم زیادہ کسی کا کم ہے تو جس کا زیادہ ہے اُس میں تشابہ کم ہے اور جس کا کم ہے علم اس میں تشابہ زیادہ ہے اس نسبت سے۔

مثال لیتے ہیں محکم اور متشابہ کی قرآن اور حدیث میں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝﴾ (طٰہٰ:5) (رحمٰن عرش پر مستوی ہے)

دوسری آیت میں: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید:4) (اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں پر بھی ہو)

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ عرش پر ہے۔

ہر جگہ کیوں نہیں ہے اگرچہ دوسری آیت میں ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو؟ اب یہ جو قاعدہ ہے یہاں پر کام آتا ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے دونوں میں سے محکم کیا ہے کون متعین کرے گا؟ خود لفظ متعین کرے گا کیونکہ شیخ صاحب نے کیا فرمایا ہے امام صاحب نے ابن کثیر نے؟ اس کے لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے۔

لفظ کیا ہے؟ ﴿اسْتَوٰى﴾ کا لفظ دیکھ لیں آپ عَلَی کے ساتھ جب آتا ہے تو اس کا ایک ہی معنیٰ ہوتا ہے یا متقارب معنیٰ "ارتفاع" (بلند ہوا، بلندی پر ہے، علو) یہ معنیٰ ہوتا ہے۔

اور اگر معیت کا لفظ دیکھ لیں آپ "مع": ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ اس کا ایک معنیٰ ہے؟ عربی لغت کے اعتبار سے میں بات کر رہا ہوں کیونکہ قرآن مجید عربی میں نازل ہوا ہے نا۔ معیت کے لفظ اور اور استویٰ کے لفظ میں دیکھیں آپ زمین آسمان کا فرق ہے تو اس استویٰ کا لفظ محکم ہے اور معیت کا لفظ متشابہ ہے متشابہ کیسے ہے؟

چھوٹی سی مثال ہے میں کسی سے پوچھتا ہوں آپ سے پوچھ لیتا ہوں ہوں کہ آپ یہاں پر **معناً** کس کے ساتھ ہیں؟ جدہ میں کس کے ساتھ ہیں گھر والوں کے ساتھ ہیں فیملی کے ساتھ ہیں؟ آپ کہتے ہیں کہ میں اپنی فیملی کے ساتھ ہوں (ساتھ) اس وقت فیملی آپ کے ساتھ بیٹھی ہے؟ یہ ہے یا وہ ہے آپ کی فیملی کون ہے دونوں میں سے؟ نہ یہ ہے نہ وہ ہے تو ساتھ پھر کیسے ہے؟ سچ ہے کہ نہیں ساتھ ہے کہ نہیں؟ ساتھ ہے لیکن اس سے مخالطہ (Physical contact) لازمی نہیں ہے۔

دوسری مثال، ایک شخص سفر کر رہا ہے جدہ سے مکہ کی طرف دوسرا سفر کر رہا ہے ریاض سے مدینہ کی طرف تیسرا سفر کر رہا ہے اپنے گھر سے درس کی طرف ایک ہی وقت میں اور تینوں کہتے ہیں کہ ہم نے سفر کیا چاند کے ساتھ (اکیلے ہیں بیچارے کس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ چاند کے ساتھ ہم نے سفر کیا ہے "سِرتُ والقمر" عربی میں ایک کہاوت ہے واؤ المعیۃ ہے یعنی میں چاند کے ساتھ چلا ہوں سفر کیا ہے) تینوں میں سے کون سچا ہے؟ تینوں سچے ہیں عجب بات ہے! چاند کس کے ساتھ تھا؟ تینوں کے ساتھ۔ چاند حقیقتاً کہاں پر ہے؟ آسمان پر۔

تو چاند چھوٹی سی مخلوق ہے وہ آسمان پر ہوتے ہوئے سب کے ساتھ ہو سکتا ہے یعنی تینوں کے ساتھ ہو سکتا ہے تو خالق جلّ شانہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر ہوتے ہوئے ہمارے ساتھ نہیں ہو سکتا؟! ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ ہو سکتا ہے (سبحان اللہ)۔

"شربت الشاي مع الماء" اس میں پانی ہے کہ نہیں؟ چائے اور پانی مکس کر کے پیتے ہیں کہ نہیں؟ یہ معیت ہے کہ نہیں ساتھ ہے کہ نہیں؟ اس میں فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) ہے کہ نہیں؟ تو معیت کے لفظ میں (Physical contact) ہوتا بھی ہے نہیں بھی ہوتا ہے، استویٰ میں ایک ہی معنی ہے اس میں دوسرا معنی نہیں ہے لغت کے اعتبار سے۔

تو دونوں میں سے محکم کون سی متشابہ کون سی ہے؟ ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۝۵﴾ محکم ہے۔

تو ہمیں کیا حکم دیا گیا ہے متشابہ کو لوٹاؤ کس کی طرف؟ محکم کی طرف۔ تو اللہ تعالیٰ عرش پر ہے یا فرش پر ہے؟ عرش پر ہے ہر جگہ موجود نہیں ہے۔

تو اس قاعدے کے اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے معیت سے پھر کیا مراد ہے ﴿وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ﴾؟ اس سے کئی معنی مراد ہیں۔

ایک کمانڈر ہے اور میدان جنگ لگا ہوا ہے وہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر پورا دیکھ رہا ہے (آج کل تو ٹیکنالوجی بہت زیادہ ہے) وہ کہتا کہ آگے بڑھو میں تمہارے ساتھ ہوں (فوج اپنی جگہ پر وہ کہتا ہے آگے بڑھو میں تمہارے ساتھ ہوں) وہ کہاں بیٹھا ہے؟ کس اعتبار سے ان کے ساتھ ہے؟ کہ جب بھی تمہیں ضرورت پڑے گی دیکھ رہا ہوں میں تمہیں مدد بھیج دوں گا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تو یہ بھی ایک معیت ہے وہ کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کوئی شخص جیسا کہ میں اپنی فیملی کے ساتھ ہوں، وہ اپنے گھر میں بیٹھے ہیں میں ان کے ساتھ ہوں، گاڑی میں آپ کہتے ہیں کہ میں اپنی فیملی کے ساتھ ہوں اور وہ آپ کے ساتھ موجود ہوتے ہیں، تو معیت بعض اوقات علم کے اعتبار سے ہوتی ہے بعض اوقات تائید کے اعتبار سے ہوتی ہے بعض اوقات فزیکل کانٹیکٹ (Physical contact) کے اعتبار سے ہوتی ہے تو مختلف معنی ہیں۔

یہاں پر: ﴿وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ﴾: اگر سیاق اور سباق دیکھیں اس آیت کریمہ کا یہ سورۃ الحدید آیت نمبر 4 ہے تو اس میں پورے سیاق اور سباق میں علم کی بات ہو رہی ہے آیت کے شروع سے لے کر آخر تک:

﴿هُوَ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِيۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ﴾: ایک ہی آیت میں دیکھیں عرش کا لفظ اسی آیت کریمہ میں ہے اور یہ آیت بنیاد ہے اسے یاد کر لیں نوٹ کر لیں سورۃ الحدید آیت نمبر 4 کہ اُس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا چھ دنوں میں پھر عرش پر مستوی ہوا۔

﴿يَعۡلَمُ مَا يَلِجُ فِي الۡاَرۡضِ وَمَا يَخۡرُجُ مِنۡهَا وَمَا يَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعۡرُجُ فِيۡهَا﴾: جو زمین میں داخل ہوتا ہے خارج ہوتا ہے یہ بھی جانتا ہے، جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اوپر کی طرف جاتا ہے اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمۡ اَيۡنَ مَا كُنۡتُمۡ﴾: وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں پر بھی ہو۔

﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ۝۴﴾: اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے۔ پورے سیاق اور سباق میں دیکھیں کہ علم ہے اور پھر اللہ تعالیٰ دیکھتا بھی ہے تو کس اعتبار سے اللہ تعالیٰ موجود ہے سب کے ساتھ؟ علم کے اعتبار سے۔

یہ ثبوت کہاں سے ہم نے لیا ہے اب یہ دیکھیں ذرا اس آیت کریمہ میں میں چند مفسرین کے اقوال سناتا ہوں آپ کو:

1-امام ابن أبی الحاتم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾: قال: "عالم بكم أينما كنتم" (تم جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے)۔

2-امام جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾: "وهو شاهد لكم أيها الناس أينما كنتم يعلمكم، ويعلم أعمالكم" (تم جہاں پر بھی ہو اے لوگو! اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تمہارے اعمال کو بھی جانتا ہے) "ومتقلبكم ومثواكم" (اور تمہارے ہر عمل سے اللہ تعالیٰ واقف ہے اور جانتا ہے) "وهو على عرشه فوق سمواته السبع" ((واضح الفاظوں میں) اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ساتویں آسمان پر ہے)۔

3-امام ابن کثیر نے بھی یہی قول نقل کیا ہے ابن جریر الطبری کا اپنی **تفسیر** میں۔

4-امام بیہقی **الأسماء والصفات** میں فرماتے ہیں اور بہت ساری آیات جہمیہ کے اس قول کو باطل کرنے کے لیے بیان کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہر جگہ موجود ہے یہ یعنی جہمیہ کا قول ہے یہ باطل قول ہے اور اس کی دلیل میں بہت سے دلائل میں یہ آیت بھی بیان کی ہے:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾: "إنما أراد به بعلمه لا بذاته" (امام بیہقی فرماتے ہیں **الأسماء والصفات** میں کہ اس آیت سے مراد اللہ تعالیٰ اپنے علم سے سب کے ساتھ ہے ہم جہاں پر بھی ہیں نا کہ اپنی ذات سے اور یہ صحیح مذہب ہے بغیر تکییف کے (بغیر کیفیت کے) اور ہمارے اصحاب متقدمین سے اسی کی طرف گئے ہیں اور متأخرین جو اِن کے راستے پر چلنے والے ہیں وہ بھی اسی پر یعنی اسی قول کو لیا ہے) "وقالوا: الاستواء على العرش قد نطق به الكتاب في غير آية، ووردت به الأخبار الصحيحة" (کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اس میں کئی آیات ہیں اور کئی صحیح أخبار ہیں احادیث ہیں اور اس کا قبول کرنا واجب ہے اور کیفیت کی کھوج کرنا غیر جائز ہے)۔

5-امام بیہقی اور اللالکائی نے بیان کیا معدان العابد کہتے ہیں کہ میں نے امام سفیان الثوری سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تعلق سے:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾: امام سفیان الثوری فرماتے ہیں: "علمه" (کہ اللہ تعالیٰ کا علم مراد ہے)۔

6-ابن عبدالبر اجماع نقل کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

7-اور متأخرین مفسرین میں سے امام محمد الأمین الشنقیطی صاحب التفسیر بھی یہی قول بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

8-اور الشیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ معروف **تفسیر** میں یہی قول نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔

9-اور امام سیوطی **الدر المنثور** میں وہی جو سیدنا عبداللہ بن عباس کا اثر ہے وہ نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ یہ اس آیت کی تفسیر میں دیکھ لیں آپ جتنے بھی معروف مفسرین ہیں اس آیت سے مراد "اللہ تعالیٰ کا علم ہے نا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات"۔ ذات کیوں نہیں؟ کیونکہ ذات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور اپنے علم سے اور اپنی تائید سے نصرت سے اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، یعنی ایک معیۃ عامۃ ہے اور ایک معیۃ خاصۃ ہے خاصۃ الخاصۃ جیسے شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں (رحمۃ اللہ علیہ)۔

﴿...إِنَّنِي مَعَكُمَآ أَسۡمَعُ وَأَرَىٰ﴾ (طه:46)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں (موسیٰ اور ہارون علیہ الصلاۃ والسلام)) ﴿أَسۡمَعُ وَأَرَىٰ﴾ کون سی یہ معیت ہے؟ خود اسی آیت کریمہ میں: ﴿أَسۡمَعُ وَأَرَىٰ﴾: یعنی یہ نصرت اور تائید کی ہے میں دیکھ بھی رہا ہوں اور سن بھی رہا ہوں۔

کوئی شخص کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں تم کیا کر رہے ہو تو کیا مطلب ہے اس کا صرف دیکھ رہا ہوتا ہے یا کچھ اور مراد بھی ہے؟ یعنی اگر بچہ شرارت کر رہا ہے اور میں کہتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں تم کیا کر رہے ہو تو وہ آرام سے شرارت چھوڑ دے گا کہ نہیں؟ میں نے اسے کوئی ڈانٹا نہیں ہے میں نے اسے دھمکی نہیں دی بس یہ کہا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں تم کیا کر رہے ہو تو اگر دیکھنے سے مراد صرف دیکھنا ہوتا تو بچہ کیوں ڈر جاتا؟!

بچہ بھی سمجھتا ہے اس دیکھنے سے مراد صرف دیکھنا نہیں ہے کچھ اور ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کیا؟! (سبحان اللہ)؛ تو یہ جو معیت ہے یہ خاص معیت ہے۔

اب حدیث کی مثال لیتے ہیں (متشابہ حدیث کی):

شیخ عبدالمحسن العباد البدر حفظہ اللہ ایک بڑا پیارا قاعدہ بیان کرتے ہیں جو متشابہ احادیث کو اپنا کر محکم احادیث کا رد کرتے ہیں، شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک عورت نامی "حصۃ آل الشیخ" نے ریاض نیوز پیپر میں ایک آرٹیکل لکھا 1434-07-13 میں (یعنی تین سال پہلے تقریباً) جس میں شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اُس نے اپنی عقل کو آگے کر کے حدیث کا رد کیا ہے جو محکم حدیث ہے، حدیث جس کا رد کیا ہے اس عورت نے وہ جس حدیث میں ذکر ہے اونٹوں کا پیشاب پینے سے علاج کا ذکر ہے تو اس نے اُس کا رد کر دیا ہے کہ عقل نہیں مانتی اور دل نہیں مانتا، اور اس کا ثبوت بھی پیش کیا ہے کسی حدیث کو اس کی بات کر کے تو شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت ہے صحاح ستّہ میں یہ حدیث موجود ہے، اور اس کا رد کر دیا ہے: "وهو حديث محكم واضح الدلالة" (کہ حدیث محکم ہے واضح الدلالۃ ہے اور اُس نے جس بنیاد پر اس حدیث کو چھوڑا ہے کہ ایک متشابہ حدیث ہے مسند امام احمد میں آیا ہے)۔

متشابہ حدیث کون سی ہے یہ بھی سن لیں ذرا (صحیح حدیث ہے سنداً اور متناً بھی صحیح حدیث ہے):

مسند امام احمد میں 16058 نمبر ہے حدیث کا حدیث کے الفاظ ہیں:

"إِذَا سَمِعْتُمُ الْحَدِيثَ عَنِّي" (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر حدیث میری طرف سے کوئی سنو)

"تَعْرِفُهُ قُلُوبُكُمْ وَتَلِينُ لَهُ أَشْعَارُكُمْ وَأَبْشَارُكُمْ" ((ایسی حدیث سنو میری طرف سے) جسے تمہارے دل جان لیں اور نرم ہو جائیں اور اس کے لیے نرم ہو جائیں تمہارے لیے بال اور تمہاری جلد)

"وَتَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْكُمْ قَرِيبٌ" (اور تم دیکھتے ہو کہ یہ حدیث تمہارے قریب ہے)

"فَأَنَا أَوْلَاكُمْ بِهِ" (تو میں اُس سے تم سے زیادہ قریب ہوں (یعنی میرا قول یہی ہے))

"وَإِذَا سَمِعْتُمُ الْحَدِيثَ عَنِّي" (اور اگر ایسی حدیث تم میرے متعلق سنو (یا میری طرف سے سنو))

"تُنْكِرُهُ قُلُوبُكُمْ "(جس سے تمہارا دل نہ مانے اور اس کا انکار کرے)

"وَتَنْفِرُ أَشْعَارُكُمْ وَأَبْشَارُكُمْ "(اور جس سے نفرت کریں تمہارے بال اور تمہاری جلدیں)

"وَتَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْكُمْ بَعِيدٌ "(اور تم یہ سمجھتے ہو کہ تم سے دور ہے)

"فَأَنَا أَبْعَدُكُمْ مِنْهُ "(تو میں تم سے زیادہ اُس سے دور ہوں (یعنی میرا قول نہیں ہے))۔

علامہ البانی فرماتے ہیں اس حدیث کے تعلق سے حدیث نمبر 612 میں **صحیح الجامع الصغیر** میں:

"الخطاب خاص بالصحابة وأهل العلم بالحديث": سبحان اللہ، اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس سے مخاطب ہیں؟ جب یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرمارہے تھے سامنے کون بیٹھے ہوئے تھے؟ صحابہ کرام ہیں نا؟ مخاطب کون ہیں؟ صحابہ کرام ہیں) تو علامہ البانی فرماتے ہیں: (صحابہ مخاطب ہیں اور اہل العلم بالحدیث اُن کے بعد مخاطب ہیں) "ونقاده ممن هم مثلهم في صفاء القلوب وطهارة النفوس "(اور وہ جو حدیث کی نقد کا علم جانتے ہیں جن کے دل صاف ہیں اور اُن کا نفس پاک ہے)"والمعرفة بسيرته صلى الله عليه وسلم "(اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی بھی معرفت رکھتے ہیں)۔

تو وہ اگر ایسی حدیث دیکھتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں اُتر رہی اور جن سے اُن کی جلد اور اُن کے بال نرم نہیں ہو رہے اور اہل علم اور بصیرت بھی ہیں تو وہ تو اس حدیث کی اس بنیاد پر بات کر سکتے ہیں لیکن ایک عورت آتی ہے اُس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ حدیث ہوتی کیا ہے اور وہ ایک محکم حدیث جو صحاح ستّہ میں ہے اُس کا ردّ کر دیتی ہے کیوں ردّ کیا ہے؟ یہ حدیث میرے ثبوت ہے۔ کیا دوسری حدیث جو ہے وہ ثبوت بن سکتی ہے؟!

آپ اگر صحابہ کرام میں سے ہوتیں یا اُن محدثین میں سے جن کے دل اور نفس پاک ہیں اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گہری نظر ہوتی آپ کی پھر تو کوئی شخص کہہ سکتا تھا کہ اس کے پاس کوئی بات ہے یہ بات کرنے کے لائق ہے اور تب بھی صحاح ستّہ کی حدیث کا ردّ کرنا اُس کے لیے درست نہ ہوتا کیونکہ اُس کے بھی محدثین کے اصول ہیں حدیث کو ردّ کرنے کے لیے لیکن یہ حدیث پھر بھی علامہ البانی فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث سب کے لیے نہیں ہے یعنی یہ بنیاد نہیں ہے کہ اگر محدث بھی اس بنیاد پر اس حدیث کا ردّ کر دے بغیر اصول کے تو اُس کی بات نہیں مانی جائے گی لیکن یہ اس لیے علامہ البانی نے بیان فرمایا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ ہر بندے کے لیے یہ خطاب نہیں ہے کہ جس کے دل میں حدیث نہ ہو تو اُس کا ردّ کر دے۔

اور پھر چند آثار سلف کے اس موضوع کے تعلق سے (حدیث کی ہم بات کر رہے ہیں):

1-امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"ولا أعلم من الصحابة ولا من التابعين أحدا أُخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا قبل خبره ، وانتهى إليه ، وأثبت ذلك سنة "(میں نہیں جانتا صحابہ کرام میں سے یا تابعین میں سے کسی کو بھی جسے خبر دی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یعنی کوئی حدیث ملے اِلّا یہ کہ اُس کی خبر کو لے لیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کی گئی ہے اور اُسے سنت ثابت کر دیا گیا ہے)۔ (مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة صفحه نمبر 34)۔

2-اور **طبقات الشافعية** جلد نمبر 2 میں صفحہ نمبر 138 میں یہ بھی اثر آیا ہے کہ کسی شخص نے ایک سوال پوچھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جبکہ امام شافعی نے کوئی فتویٰ دیا تھا تو اُس شخص نے کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ یعنی ایک شخص نے امام شافعی کے سامنے ایک حدیث پیش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے ہیں تو امام صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلے میں؟ آپ کیا کہتے ہیں؟ امام شافعی بڑے غصے میں آ کر فرماتے ہیں: کیا تم مجھے یعنی کسی کافر عبادت گاہ میں دیکھتے ہو کیا میں چرچ میں بیٹھا ہوں؟! کیا تم یہ دیکھتے ہو کہ میں نے کوئی کافروں کا لباس پہنا ہوا ہے؟! میں مسلمانوں کی مسجد میں اندر بیٹھا ہوں مسلمانوں کے کپڑے میں نے پہنے ہوئے ہیں اور قبلے کی طرف میرا رُخ ہے جو مسلمانوں کا قبلہ ہے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں کیا یہ ممکن ہے کہ میں اس حدیث کو پھر نہ لوں؟! (سبحان اللہ)۔

یعنی کیسی بات تم کرتے ہو جب حدیث تم نے بیان کر دی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان بیان کر دیا ہے پھر مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ میں کیا کہتا ہوں؟! یعنی میرے قول کی پھر حیثیت ہی کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے سامنے؟!

3-شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ **مجموع الفتاویٰ** جلد نمبر 13 صفحہ نمبر 28 میں پیاری بات فرماتے ہیں، فرماتے ہیں:

"**وكان من أعظم ما أنعم الله به عليهم**" (اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے جو ایک نعمت ہے (مسلمانوں میں عمومی طور اور سلف میں خصوصی طور پر)) "**اعتصامهم بالكتاب والسنة**" ("**اعتصامهم**" مضبوطی سے تھامنا کتاب اور سنت کو) "**فكان من الأصول المتفق عليها بين الصحابة والتابعين لهم بإحسان**" (اور ان اصولوں میں سے جن میں اتفاق تھا صحابہ اور تابعین کا اور جو اُن کی اتباع کرتے ہیں احسان کے ساتھ (یعنی اجماع تھا اس اصل پر ان کا)) "**أنه لا يقبل من أحد قط**" (کہ کسی سے یہ بات نہیں مانی جائے گی) "**أن يعارض القرآن**" (کہ وہ قرآن مجید کا معارضہ کرے یا قرآن مجید کی مخالفت کرے) "**لا برأيه**" (اپنی رائے سے مخالفت کرنا ہر گز جائز نہیں ہے) "**ولا ذوقه**" (یا اس کا ذوق جس سے مخالفت کرے) "**ولا معقوله**" (یا اپنی عقل میں سے) "**ولا قياسه ولا وجده**" (اور نہ قیاس اور نہ ہی اپنے وجد سے)۔ قرآن مجید کی مخالفت ان چیزوں سے ہر گز نہیں ہوتی اور نہ ہی جائز ہے۔

سلف نے سنت یعنی حدیث کی کیسے اپنی زندگی میں تطبیق کی ہے؟

1-سنۃ متبعۃ کی ہم بات کر رہے ہیں نا تو اب کون سی سنۃ متبعۃ ہوتی ہے کون سی نہیں ہوتی ہے اب مثال کے طور پر دیکھیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر کیا کہتے ہیں؟

"میں یہ جانتا ہوں کہ تم ایک پتھر ہو نہ تو نقصان پہنچا سکتے ہو نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہو اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تمہیں کبھی بوسہ نہ دیتا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے بوسہ دیا حجر اسود کو اب یہ سنۃ متبعۃ ہے کہ نہیں؟ ہم بھی دیتے ہیں بوسہ۔ ہے تو پتھر ہم پتھر کو بوسہ دیتے ہیں اور پتھر کو بوسہ دینا کیا عبادت ہے؟ جی ہاں! کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾

(جو کچھ تمہیں میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیں اُسے لے لو) (الحشر:7)۔

اور آپ صلی علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے اس میں سے ایک یہ چیز بھی دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اُسود کو بوسہ دیا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کی پیروی کرتے ہوئے ہم بھی بوسہ دیتے ہیں۔اور اسی لیے سیدنا عمر بن خطاب نے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم صرف پتھر کو بوسہ دیتے ہیں جیسا کہ (نعوذ باللہ) کافر بُت پرستی کرتے ہیں تو ہم بھی تو پتھر کو ہی بوسہ دیتے ہیں ہم کون سا کمال کا کام کرتے ہیں کہ نہیں یہ کمال کا کام ہے، تو کافر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے سجدہ کرتا ہے کسی بُت کو یا بوسہ دیتا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان کر بوسہ دیتے ہیں حجر اُسود کو نا کہ اپنی مان مانی کرتے ہیں۔

اپنی مان مانی ہوتی تو نہ کرتے ہم اور اسی لیے سیدنا عمر بن خطاب کا واضح الفاظوں میں یہ متفق علیہ اثر ہے کہ بوسہ دیتے ہیں تو کیوں دیتے ہیں؟ کیو نکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ دیا ہے۔

اور اللہ نے ہمیں کیا حکم دیا ہے؟ :: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:21): بہترین نمونہ ہیں ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

2-اور اسی طریقے سے سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا معاویہ کا قصہ بھی معروف ہے کہ ایک مرتبہ دونوں طواف کر رہے تھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو چاروں ارکان ہیں کعبہ کے چاروں کو ہاتھ لگایا اور سیدنا عبد اللہ بن عباس نے حجر اُسود کو بوسہ دیا اور رکن یمانی کو ہاتھ لگایا، جب سیدنا معاویہ نے چاروں کو ہاتھ لگایا یعنی حجر اُسود کو بوسہ اور باقی تینوں کو ہاتھ لگایا برکت حاصل کرنے کے لیے تو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔

تو جواب میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"ليس شيءٌ مِنَ البَيتِ مَهجورًا" (اللہ کے گھر میں سے کوئی چیز مہجور یعنی بے برکت نہیں ہے (اللہ کے گھر میں پورے کعبہ میں برکت ہی برکت ہے یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے))۔جواب میں سیدنا عبد اللہ بن عباس یہ آیت پڑھ کر سناتے ہیں: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾: "فقال مُعاوِيةُ: صَدَقتَ" (سیدنا معاویہ فرماتے ہیں کہ آپ نے سچ کہا ہے)،اور فوراً رک گئے۔

دیکھیں دلیل کیسے ہے؟! یعنی صحابہ کرام اور سلف نصوص کے سامنے کیسے سر جھکاتے تھے اپنی خواہش نفس کا کوئی نام و نشان ہے؟! خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کا گھر بے برکت نہیں ہو سکتا پورے گھر میں برکت ہی برکت ہے لیکن کہاں پر برکت ہے اور برکت کیسے حاصل کرنی ہے کون متعین کرے گا؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کیسے متعین کیا ہے؟ اپنے فعل سے دکھایا ہے کہ حجر اُسود کو بوسہ دیا ہے اور رکن یمانی کو صرف دایاں ہاتھ لگایا ہے اُسے بوسہ بھی نہیں دیا اور نہ ہی استلام کیا ہے اور نہ ہی اشارہ کیا ہے دور سے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ پیروی کریں اتباع کریں:

﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾

(اگر تم فرمانبرداری کروگے طاعت کروگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو تم ہدایت یافتہ ہو) (النور:54)۔

یہ ثبوت ہے اور واضح نشانی ہے کسی کے ہدایت یافتہ ہونے کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اتباع کرتا ہے قولاً و عملاً۔

تو سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دلیل سنی تو فوراً اُس سے رُک گئے اور یہ حدیث صحیح بخاری کی حدیث ہے اور یہ لفظ مسند احمد کا ہے اور صحیح اُثر ہے جو یہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔

3-امام سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے فجر کی نماز کے بعد ایک شخص کو دیکھا جو بہت سارے رکوع اور سجدے کر رہا تھا (یعنی بہت ساری رکعتیں پڑھ رہا تھا فجر کی سنتوں سے لے کر فجر کے فرض کے بیچ میں نماز پڑھ رہا تھا وہ کئی رکعتیں اس نے پڑھی ہیں):

"فنهاه": تو امام سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ جو معروف تابعی ہیں اُسے روک دیا کہ ایسے مت کرو۔

"فقال: يا أبا محمد أيعذبني الله على الصلاة ؟": ابو محمد کنیت ہے امام سعید بن مسیب کی سعید بن مسیب جانتے ہیں کہ کون ہیں؟ سیدنا ابو ہریرہ کے داماد ہیں (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص اور داماد بھی ہیں)، تو وہ شخص کہتا ہے جو نماز کثرت سے پڑھ رہا تھا فجر کی سنتوں سے لے کر آذان کے بیچ میں جو وقت ہے اور جب منع کیا تو وہ شخص کہتا ہے: "يا أبا محمد أيعذبني الله على الصلاة ؟": کہ اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے کے لیے مجھے عذاب دے گا؟!

اب پیارا جواب سنیں یعنی یہ حجت اکثر اہل بدعت کی ہے کہ میں کام تو اچھا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے گا اچھے کام کا؟! میں نعوذ باللہ کوئی گانے نہیں سن رہا کوئی ڈانس نہیں کر رہا کوئی نافرمانی نہیں کر رہا میں تو اللہ کے گھر میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہا ہوں اللہُ ، اللہُ ، اللہُ پڑھ رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ایسا نہ کرو! تم لوگوں کو اللہ کے ذکر سے منع کرتے ہو تم لوگوں کو خیر سے منع کرتے ہو اس کا جواب سن لیں امام صاحب فرماتے ہیں:

"قال: لا "(اللہ تعالیٰ تمہیں نماز پڑھنے کے لیے تو عذاب نہیں دے گا)"ولكن يعذبك على خلاف السنة "(لیکن تمہیں عذاب دے گا سنت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے)

اللہ اکبر! (اسے بیہقی نے **السنن الکبریٰ** میں روایت کیا ہے جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 454)، واللہ اُعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس 22. یہ منہج السلف میں سے نہیں ہے-پوائنٹ نمبر 21 سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio